ادبیات ایران نو

محمد طاہر فاروقی

برچیده از کتابخانه دیجیتال هندوستان http://dli.iiit.ac.in
باز تکثیر از کتابخانه کتاب فارسی http://www.KetabFarsi.com

آدبیات ایران نو

مؤلفہ

مولوی محمد طاہر فاروقی

ایم اے (آگرہ) دبیر کامل (لکھنؤ) منشی کامل - عالم فاضل (الٰہ آباد)

ایچ - پی - اے - آنرز ان اردو (پنجاب)

صدر شعبہ فارسی و اردو آگرہ کالج - ممبر بورڈ آف اسٹڈیز عربی فارسی و اردو

فیکلٹی آف آرٹس آگرہ یونیورسٹی

قومی کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور نے شایع کیا

خواجہ فراست حسین منیجر کے اہتمام سے
آگرہ اخبار پریس آگرہ میں
طبع ہوئی
اپریل ۱۹۳۶ء

فہرست

عنوان	صفحہ
مقدمہ	۱ تا ۲
منظومات	۲ تا ۴۴
ملک الشعرا بہار خراسانی	۳ تا ۱۲
۱۔ کل الصید فی جوف الفرا	۳
۲۔ افکار اخلاقی و فلسفی	۶
۳۔ گل تبریس	۷
۴۔ فردوسی	۹
جلال الممالک ایرج میرزا	۱۳ تا ۱۷
۱۔ قلب مادر	۱۳
۲۔ در مذمت شراب	۱۴
۳۔ گفتگوے کارگر و کارفرما	۱۵
۴۔ تعارف	۱۶
۵۔ قوی و ضعیف	۱۷
میرزا ابوالحسن خان فروغی	۱۷ تا ۲۲
۱۔ انسانیت	۱۷
۲۔ عزم و ہمت	۱۸
۳۔ عزت نفس	۱۹
۴۔ مخمس در جنگ بین الملکی	۲۰
۵۔ تضمین دو بیت از ادیب پشاوری	۲۲
آقاے حیدر علی کمالی اصفہانی	۲۳ تا ۳۰
۱۔ جشن فردوسی	۲۳
۲۔ خوانند بہار مہرگاں را	۲۴
۳۔ چکامہ وطنی	۲۹
۴۔ ویرانی ایران	۳۰
آقاے بدیع الزماں خراسانی	۳۱ تا ۳۴
۱۔ ایران دیروز ایران فردا	۳۱
۲۔ سرگذشت	۳۳
میرزا علی اکبر خاں دہخدا	۳۵ تا ۴۵
۱۔ اشعار حکمتی	۳۵
۲۔ قطعہ وطنی بسبک جدید	۳۶
۳۔ پیرزال از خاناں دور	۳۸

عنوان	صفحہ
پروین خانم اعتصامی	۳۶ تا ۴۶
۱۔ قلب مجروح	۳۶
۲۔ اندرز بہ کشتی	۴۰
۳۔ آئین شکستہ	۴۴
۴۔ مطایبہ فلسفی	۴۵
۵۔ اشک یتیم	۴۶
میرزا ابراہیم خاں پور داؤد	۴۸ تا ۵۴
۱۔ تکیہ	۴۸
۲۔ سیاطلے	۵۰
۳۔ اندرز	۵۱
۴۔ بیاد ماہ رباب	۵۱
دکتر محمود خاں افشار	۵۲ تا ۵۶
۱۔ روز تاریخ	۵۲
۲۔ نزاع	۵۳
۳۔ شب مہتاب	۵۴
دکتر رضا زادہ شفق	۵۶ تا ۶۰
۱۔ بیاد پدرم	۵۶
۲۔ بیاد برادرم	۵۸

عنوان	صفحہ
آقائے سید اشرف الدین رشتی	۶۱ تا ۶۴
۱۔ شرح حال خود	۶۱
۲۔ عاقبت ایران	۶۳
غزلیات	۶۵ تا ۱۱۲
ملک الشعرا بہار خراسانی	۶۶
میرزا حبیب یغمائی	۷۰
میرزا سالار شیرازی	۷۳
آقائے سعادت نوری	۷۰
آقائے شہاب کرمانشاہی	۸۳
فصیح الملک شوریدہ شیرازی	۹۱
میرزا عارف قزوینی	۹۶
آقائے غمام ہمدانی	۱۰۰
میرزا فرخ خراسانی	۱۰۵
آقائے فرخی یزدی	۱۰۹

مقدمہ

دورِ قاچاریہ

(سنہ ۱۷۹۶ء سے سنہ ۱۹۰۶ء تک)

آقا میرزا محمد خان قزوینی لکھتے ہیں:-

"بے شبہ فارسی ادب و شاعری دورِ صفویہ میں انتہائی پستی میں جا پڑی تھی اور اس عہد میں کسی ایک شاعر کا بھی نام نہیں لیا جا سکتا جو صفِ اوّل کے شعراء میں شمار کیا جا سکے۔"

اس کمی کو دورِ قاچاریہ نے پورا کر دیا۔ اور فارسی شاعری کی کھوئی ہوئی عظمت و شہرت کو دوبارہ حاصل کرنے کا سہرا انیسویں صدی کے شعراء کے سر رہا ہے۔

مولانا شبلی شعر العجم جلد سوم میں تحریر فرماتے ہیں:-

"ایران کی شاعری رودکی سے شروع ہوئی اور میرزا صائب پر ختم ہو گئی۔ رودکی سے پہلے بھی شعرا گزرے ہیں، اور میرزا صائب کے بعد بھی لوگوں نے طبع آزمائیاں کیں۔ لیکن یہ دونوں دور شمار کے قابل نہیں۔ اخیر دور میں قاآنی بے شبہ ایسا شخص پیدا ہوا جس نے دفعتہً شاعری کی کایا پلٹ کر دی۔ لیکن اس کی شاعری کوئی نئی شاعری نہیں۔ بلکہ اس نے سات سو برس کے بھولے ہوئے خواب کو یاد دلایا۔ اور یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ فرخی اور منوچہری نے قاآنی کا قالب اختیار کر لیا۔"

یہی رائے رضا قلی خاں ہدایت نے مجمع الفصحا میں ظاہر کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:-

"فارسی شاعری کا انحطاط دورِ قاچاریہ سے قبل مکمل ہو چکا تھا۔ اس لئے اس عہد کے شعرا نے اپنے پیش رو شاعروں کے مسلک کو چھوڑ کر رودکی، منوچہری، فردوسی، انوری، رومی، سعدی وغیرہ کی تقلید اختیار کی۔"

رضا قلی خاں کے عہد میں جامی، عرفی، صائب، شوکت وغیرہ کی شاعری کو بے ذوقی کی نشانی کی مانند بے کیف سمجھا جاتا تھا۔ اور یہی سبب تھا کہ اس عصر کے سخنوروں نے متقدمین کی روش کو پسند کیا۔ اور اس طرح فارسی شاعری کی تجدید کا فرض انجام دیا۔

ستر سالہ خانہ جنگیوں کے بعد آقا محمد خاں قاچار ۱۷۷۹ء میں برسر اقتدار آیا۔ ۱۷۹۶ء میں اس نے شاہ کا لقب اختیار کر کے خاندان قاچار کی بنیاد ڈالی۔ اور تمام ایران کو ایک مرکز پر لا کر جمع کر دیا۔ ۱۷۹۷ء میں آقا محمد خاں قاچار قتل ہوا۔

اور اس کا بھتیجہ فتح علی شاہ قاچار تخت پر بیٹھا۔ اس حکمراں کی یہ حیثیت کہ اس کی ۱۵۰ بیویاں اور تقریباً دو ہزار بیٹے پوتے تھے تاریخ میں عدیم المثال ہے۔ اس کے بعد ۱۸۳۵ء میں اس کا پوتا محمد شاہ قاچار تخت نشین ہوا۔ اسی کے عہد میں سید علی محمد باب نے بابی مذہب کی تبلیغ و اشاعت شروع کی۔ اس کے انتقال کے بعد ناصر الدین شاہ قاچار نے ۱۸۴۸ء سے ۱۸۹۶ء تک حکومت کی اس کے قتل کے بعد ۱۸۹۶ء سے ۱۹۰۶ء تک اس کا بیٹا مظفر الدین شاہ قاچار برسر حکومت رہا۔ ۱۹۰۶ء میں قوم پرستوں نے اسے تخت سے اتار دیا اور ایران میں جمہوریت قائم ہو گئی۔

خاندان قاچاریہ میں فتح علی شاہ خود شاعر تھا اس کے پراسن دور اور سخن پروری نے شاعری کی تجدید کی اور سرزمین ایران ایک طرح شعرا کی نغموں سے گونج اٹھی۔ انیسویں صدی میں سینکڑوں شاعر پیدا ہوئے جن میں سے چند ممتاز اور نامور شعرا حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مجتہد الشعرا مجمر طباطبائی اردستانی (متوفی ۱۸۱۰ء)۔ اس کی بابت رضا قلی خاں ہدایت کی رائے ہے کہ اگر وہ کچھ سال اور زندہ رہتا تو غالبا وہ ممتاز ترین حیثیت حاصل کر لیتا۔ اور مرزا یحیی دولت آبادی اس کو شعرا کی صف اول میں جگہ دیتا ہے۔

۲۔ ملک الشعرا صبا کاشانی (متوفی ۱۸۲۲ء) اس کے متعلق رضا قلی خاں ہدایت کا خیال ہے کہ "گزشتہ سات سو سال میں اس پایہ کا کوئی شاعر ایران میں پیدا نہیں ہوا۔" اس کے شاہنشاہ نامہ کو بعض ناقدین نے شاہنامۂ فردوسی تک پر ترجیح دی ہے۔

۳۔ معتمد الدولہ نشاط اصفہانی (متوفی ۱۸۲۸ء) عربی۔ فارسی۔ ترکی تینوں

زبانوں کا عالم تھا۔ اور اس عہد کے بہترین غزل گو شعرا میں شامل ہے۔

۴۔ میرزا شفیع وصال شیرازی (متوفی ۱۲۶۲ھ) جس کا تمام خاندان شاعری میں بڑا اعتبار رکھتا تھا۔ اس کے بھائیوں میں داوری، یزدانی، اور ہمت۔ اور بیٹوں میں وقار، حکیم اور فرہنگ سب اچھے شاعر گزرے ہیں

۵۔ ملک الشعراء حسان العجم قاآنی شیرازی (متوفی ۱۲۷۰ھ) جو باتفاق رائے اس عہد کا بہترین قصیدہ گو شاعر ہے۔ اور تمام پیشرو شعرا کے محاسن و کمالات کا جامع ہے۔

۶۔ میرزا فروغی بسطامی (متوفی ۱۲۷۴ھ) جو غالباً اس عہد کا بہترین غزل گو صوفی شاعر ہے

۷۔ مرزا یغمائے جندقی بیک وقت سنجیدہ اور مبتذل گو شاعر تھا۔ لیکن اس کے ہزلیات اور خرافات زیادہ مشہور ہیں۔ اور خود بھی "زن قحبہ" کے عجیب لقب سے معروف ہے۔ اس نے مرثیہ کی ایک نئی صنف کو زیادہ رواج دیا تھا۔ جسے وہ خود "نوحہ سینہ زنی" کے نام سے یاد کرتا ہے۔

۸ و ۹ مرزا رضا قلی خان ہدایت اور لسان الملک سپہر کاشانی عہد ناصر الدین شاہ کے باکمال شاعر تھے لیکن دونوں بحیثیت مورخ اور تذکرہ نگار کے زیادہ مشہور ہیں۔

انیسویں صدی کے ان شعرا کا کلام دور متوسطین سے نمایاں طور پر ممتاز ہے۔ پیچیدہ خیالات، دور افتادہ تشبیہات و استعارات، بیکار لفظی، بیجا تصنع و صنعت، بعید از عقل مضامین، دور از کار تخیل اور بیجا آورد سے اس

عہد میں اجتناب و احتراز کیا گیا۔ زبان میں سلاست اور روانی ہے۔ مضامین میں شستگی اور واقعیت ہے۔ طرز ادا بہ لحاظ ادب متین و بہ لحاظ لغت سادہ ہے۔ جذبات میں تشبیہات قرین عقل اور استعارات مطابق قیاس ہیں۔ کردار نگاری۔ زیب و زینت کے بیان میں استعارات سے استغنا ہے۔ اور تخییل و محاکات کی بلندی و برتری باہمہ وجوہ قابل تحسین اور لائق ستائش ہے۔ اس عہد کے شعراء نے موجودہ عہد کی شاعری کے لئے زبان اور خیالات کو تیار کرنے میں کافی حد تک مدد کی۔ درحقیقت اس دور کے اختتام پر عہد جدید کی شاعری کی بنیاد پڑ چکی تھی۔

دورِ جدید

(سنہ ۱۹۰۶ء سے)

فارسی شاعری نے نویں صدی عیسوی سے انیسویں صدی عیسوی تک ایک ہزار سال کے عرصہ میں قصیدہ، غزل، مثنوی، رباعی کی شکلوں میں حسن و عشق، مدح و ہجا، معارف و مناظر، سنجیدگی و ظرافت، بزم و رزم، تصوف و اخلاق، مذہب و زہد اور واردات و کیفیات کے تمام مطالب بہترین اسلوب کے ساتھ دنیائے ادب میں پیش کر دئے تھے۔ قومی، ملکی اور اصلاحی نظموں کا باب رہ گیا تھا۔ اسے بیسویں صدی کی ابتدا میں دور انقلاب و مشروطیت نے پورا کر دیا اور اب فارسی شاعری بہمہ وجوہ مکمل ہو گئی۔

ایران میں ہمیشہ سے استبدادی اور شخصی حکومت کا دور دورہ رہا تھا۔

لیکن انیسویں صدی کے نصف آخر میں علامہ سید جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۸۳۸ء تا سنہ ۱۸۹۷ء کی اسلامی انقلابی تحریک کے زیر اثر بیداری کے آثار پیدا ہوتے جا رہے تھے۔ ایران میں پہلا انقلاب "دورِ مشروطۂ اولیٰ" کی شکل میں ۵ اگست سنہ ۱۹۰۶ء کو ظاہر ہوا۔ اور ۷ اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء کو نیشنل اسمبلی قائم ہوئی۔ جو ۲۳ جون سنہ ۱۹۰۸ء تک برسرکار رہی۔ اس کے بعد ۲۳ جون سنہ ۱۹۰۸ء سے ۱۶ جولائی سنہ ۱۹۰۹ء تک پھر محمد علی شاہ معزول کا مستبدانہ عہد جاری رہا۔ "مشروطۂ ثانیہ" کا عمل دخل ایران میں ۱۶ جولائی سنہ ۱۹۰۹ء کو ہوا۔ محمد علی شاہ قاچار چار دن کی جنگ کے بعد مفرور ہو گیا۔ اور مشروطین کو "فتح ملی" نصیب ہو گئی۔ لیکن ابھی ایرانیوں کی قسمت میں مستقل آزادی نہ تھی۔ اس لئے سنہ ۱۹۱۲ء کی ابتدا کے ساتھ ساتھ روسیوں کے غلبہ و تسلط کا دور شروع ہوا۔ اور تمام مملکت ایران میں ایک ہیجان و غدر برپا ہو گیا۔ اس کے بعد سنہ ۱۹۱۴ء میں یورپ کی جنگ عظیم شروع ہو گئی ان چار سال میں ایران مختلف طاقتوں کا آماجگاہ بنا رہا۔ ہر سلطنت اسے ہڑپ کر لینا چاہتی تھی۔ اس زمانہ کے مصائب نے ایرانیوں کے دماغوں میں چنگیز خاں اور ہلاکو خاں کی خون آشامیوں کی یاد تازہ کر دی۔ جنگ عظیم کے خاتمہ کے ساتھ روس کی شخصی و استبدادی حکومت بھی ختم ہو گئی۔ اور کچھ عرصہ بعد انگلستان نے بھی مجبور ہو کر ایران سے ہاتھ اٹھا لیا۔ درحقیقت اب ایران کو اس قدر سکون نصیب ہوا کہ وہ یکجہتی و اتفاق کے ساتھ اندرون ملک کی اصلاح کر سکے۔ ایک مدت تک شورش و بے اطمینانی کی زندگی بسر کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت رضا شاہ پہلوی کے عہد نے ملک کو یہ موقع دیا کہ وہ امن و راحت

کے ساتھ اندرونی و بیرونی اصلاحات میں مشغول ہو۔

وہ اسباب جو بیسویں صدی کے اوایل میں ایرانی انقلاب کے ذمہ دار ہیں تین قسموں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔ (۱) تصنیفات۔ (۲) اخبارات۔ (۳) منظومات۔

۱۔ مصنفات اس شق میں وہ تمام کتابیں آجاتی ہیں جو انیسویں صدی کے آخر زمانہ سے شایع ہو رہی تھیں اور جو کم و بیش اصلاح ملک اور آزادی خیال کی تحریک کو اکساتی تھیں۔ ان میں سب سے مقدم جگہ ناظم الدولہ شہزادہ مالکم خاں کی تصنیفات کو حاصل ہے۔ مالکم خاں کے رسائل کی تعداد تیس سے زائد ہے۔ چند نام۔ اصول مذہب۔ دیوانیاں۔ حب الوطن من الایمان۔ مبداء ترقی۔ شیخ و وزیر وغیرہ یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ اس کے بعد نمبر آتا ہے ان تصنیفات یا تراجم کا جو دار الفنون طہران کے ایرانی یا مغربی پروفیسروں نے کئے۔ ان تالیفات نے جو سائنس۔ ریاضی۔ طب۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ ادب وغیرہ تمام علوم پر حاوی ہیں۔ ایرانی دماغوں کو بیدار کرنے میں بڑی حد تک امداد کی۔ اسی سلسلہ میں مرزا یوسف خاں مستشار الدولہ۔ اور مرزا عبد الرحیم طالباف کی تصنیفات کا یاد رکھنا بھی ضروری ہے خصوصاً طالباف کی یہ دو کتابیں کتاب احمد اور سفینۂ طالبی۔ تو اسی قدر با اثر اور وسیع ثابت ہوئیں جتنا سیاحت نامۂ ابراہیم بیگ مصنفہ حاجی زین العابدین آقا مراغی اور سر جان موریہ کی کتاب حاجی بابا اصفہانی کے تراجم جو مرزا حبیب اصفہانی اور شیخ احمد روحی کرمانی نے شایع کئے تھے۔

۲۔ اخبارات ایران میں تحریک مشروطیت سے قبل کوئی اخبار ایسا شایع نہ ہوتا تھا جو سیاسی اعتبار سے قابل اعتنا کہا

جا سکے۔ اگست ۱۹۰۶ء میں جمہوریت کے اعلان کے ساتھ ہی متعدد اخبارات جاری ہو گئے جن میں سے بعض ابتدا ہفتہ وار تھے لیکن کچھ دن بعد روزانہ شایع ہونے لگے تھے۔ ان میں طہران سے شایع ہونے والے اخبارات۔ مجلس، ندائے وطن، صور اسرافیل، حبل المتین، صبح صادق اور ایران نو بالخصوص قابل ذکر ہیں اسی سلسلہ میں طلوع (بوشہر) اور آذربائیجان (تبریز) کا نام لینا بھی ضروری ہے۔ یہ دونوں اخبار پنچ کے مانند ظرافت و طنز کا پہلو لئے ہوئے اپنے مقاصد کی اشاعت کرتے تھے۔ مزاحیہ و طنزیہ اخبارات کی مقبولیت نے اس صنف کے بہت سے اخبار شایع کرائے جن میں کشکول (اصفہان)، بہلول (طہران)، تنبیہ (طہران)، حشرات الارض (تبریز)، شیدا (قسطنطنیہ) اور شیخ چغندر (طہران) خاص مرتبہ رکھتے ہیں۔ اصلاحی امور میں مضحکات و طنزیات کو کامیاب اور موثر پا کر صور اسرافیل نے بھی چرند پرند کے نام سے چند کالم اس صنف کے لئے وقف کر دیئے۔ جن کے محرر خصوصی میرزا اکبر خاں (المعروف بہ دخو و دہخدا) تھے۔ چرند پرند اور ملا ناصر الدین اس قسم کے تمام اخبارات سے زیادہ مقبول موثر اور مفید ثابت ہوئے۔

ایران میں اخبارات کو آزادیٔ رائے حاصل ہونے سے قبل بعض وطن پرست ایرانیوں نے ممالک غیر سے اخبارات شایع کرنے شروع کر دیے تھے۔ ان میں سب سے پہلی جگہ قانون کو ملتی ہے جو پرنس مالکم خاں کی زیر ادارت لندن سے شایع ہوتا تھا۔ اس کے بعد اختر (قسطنطنیہ)، حبل المتین (کلکتہ)، ثریا اور پرورش (قاہرہ) کا نام آتا ہے۔ دور مشروطہ سے قبل دراصل یہی رسائل و اخبارات تھے جنہوں نے ملک میں آزاد خیالی، احساس و غیرت، حمیت و قومیت، اور حب وطن کے جذبات

کی تخم پاشی کی۔ یہ رسائل صرف ملکی بیداری پیدا کرنے کے ہی آلے نہ تھے بلکہ انہوں نے زبان و ادب کی بے بہا خدمات بھی انجام دی ہیں۔ ان اخبارات کے ذریعہ سے ہی نئی اصطلاحات اور جدید الفاظ ملک میں شایع ہوئے اور رفتہ رفتہ فارسی جدید مالا مال ہوتی رہی۔

ایسے اخبارات کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے جو مذکورۂ بالا اخباروں کے بعد شایع ہوئے۔ ملک بھر میں آگ لگی ہوئی تھی اس لیے اکثر شہروں میں اخبار جاری ہو گئے۔ طوالت کے خوف سے اس تفصیل سے گریز کرنا بہتر ہے۔ اس لئے اس بات پر اس بحث کو ختم کرتا ہوں کہ طہران سے شایع ہونے والے اخبارات میں استقلال ایران۔ برق۔ بیداری۔ دانش۔ آفتاب۔ روح القدس۔ زشت و زیبا۔ شرق۔ شرافت اور مساوات۔ تبریز کے اخبارات میں اتحاد۔ اخوت۔ استقلال۔ امید تبریز اور روزنامہ ملی۔ اصفہان سے اشاعت پانے والے اخباروں میں پروانہ۔ بہار اکبر۔ زاینده رود۔ فرہنگ اور ناقور۔ مشہد کے اخبارات میں تازہ بہار۔ خراسان۔ خورشید۔ بہار۔ نوبہار اور عصر جدید۔ شیراز سے جاری ہونے والے اخباروں میں نسیم شمال۔ گیلان۔ صدائے رشت۔ گلگشت۔ نوع بشر۔ اور مجاہد خاص طور پر قابل اعتنا اور لائق ذکر ہیں۔ جنہوں نے اس دور میں مخصوص ملکی، ملی، ادبی و لسانی خدمات انجام دیں۔

۳۔ منظومات

کسی ملک کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کا بہترین ذریعہ قومی اور ملکی نظمیں ہوا کرتی ہیں۔ عرب کی قومی

شاعری اور رجز خوانی اور یونان اور روما کی ملکی و ملّی منظومات اس کی بیّن مثالیں ہیں۔ اسی طرح بیسویں صدی کے آغاز میں ایرانی شعرا نے ملک و قوم کے احساسات و جذبات ملی کے ابھارنے اور جمود و غفلت کے دور کرنے میں جو کارِ نمایاں انجام دیا وہ تاریخ عالم میں زریں حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ موجودہ صدی کے ابتدائی پندرہ سال میں سیاسیات کا جو طوفان ایران میں برپا تھا اس نے حساس دلوں پر تیر و نشتر کا کام کیا۔ اور شعرا جو درد دل و ملک کی تعمیر و اصلاح کے علم بردار ہوتے ہیں اس انتشار و شورش سے بےحد متاثر ہوئے۔ چنانچہ ملکی و ملّی منظومات جو تاثرات قلبی سے لبریز اور جذبۂ بیداری و احساس آزادی کی محرک ہیں بکثرت ملک میں شایع ہوگئیں۔ اگر ان نظموں کا مطالعہ تصنیف کی تاریخوں کی اعتبار سے کیا جانا ممکن ہو تو امید و بیم، آس و یاس، شکوہ و شکایت، سوز و گداز، رنج و راحت، جوش و خروش، مایوسی و کامرانی، اضطراب و خوشدلی کے جذبات و کیفیات کے ان مختلف مدارج کا اندازہ ہو سکتا ہے جو اس دور میں ملک و ملت پر گزر رہے تھے اور جن کی یہ نظمیں آئینہ دار ہیں۔

یہ نظمیں اخبارات و رسایل میں شایع ہونے کے باعث فوراً ملک میں پھیل جاتی تھیں اور قوم کے جذبات میں آگ لگا دیتی تھیں۔ نسیم شمال، گیلان، کنگاش، صداے رشت، بہار، صور اسرافیل، و ایران نو وغیرہ بالخصوص ان نظموں کو شایع کرتے تھے۔ یہ زیادہ تر ملکی مسائل و سوانح سے متعلق ہوتی تھیں۔ لیکن آج بھی اپنے جوش و ادبیت کے اعتبار سے دلچسپ اور وقیع ہیں۔ فن کے اعتبار سے یہ کسی خاص صنف نظم میں محدود نہ تھیں۔ مثنوی، قطعہ، مسمط، مستزاد، غزل

سب اصناف ان قومی خیالات سے مالا مال نظر آتے ہیں۔ دراصل یہی منظومات ایران کی نشاۃ جدیدہ اور حیات سیاسی و ادبی کی ذمہ دار ہیں۔ اور اسی تاریخ سے ایران میں جدید ادبی عہد کی بنیاد پڑتی ہے۔

اس انقلابی اسکول کی شاعری میں جو شعرا پیش پیش نظر آتے ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔ ملک الشعرا بہار۔ سید اشرف رشتی۔ عارف قزوینی۔ فصیح الملک شوریدہ۔ بدیع الزماں شیرازی۔ جعفر خمنائی۔ میرزا مرتضیٰ فرہنگ۔ ادیب نیشاپوری۔ حسین خاں دانش۔ احمد سہیلی تبریزی۔ حسام الاسلام دانش۔ پور داؤد۔ ملک ساسانی۔

ایران میں استقلال آزادی اور تنظیم ملکی کو معدودے چند سال گزرے ہیں۔ لیکن اس قلیل عرصہ میں ملک نے سیاست و مدنیت۔ معارف و قومیت فنون لطیفہ اور علوم ادبیہ میں جس قدر ترقی کی ہے وہ بے شبہ حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔ شاعری بھی اس ترقی کی دوڑ میں دیگر علوم و فنون کے ہمراہ آگے بڑھتی رہی۔ اور منجملہ دیگر اصناف شعر کے موجودہ صدی نے قومی، ملکی اور اصلاحی منظومات کے ایک کافی ووافی فصیح و بلیغ اور موثر و ممتاز ذخیرہ کا ادب فارسی میں اضافہ کر دیا۔

دورِ جدید کی شاعری

عصر حاضر کے شعرا دو قسموں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ وہ شعرا جو متقدمین کے اوران میں بھی بالخصوص منوچہری۔ فردوسی۔ سعدی اور حافظ کے مقلد ہیں۔ عروض و قافیہ میں قدیم قواعد کے پابند ہیں۔

مضمون کے اعتبار سے ان کی شاعری حسن و عشق سے تجاوز کرکے فلسفہ و اخلاق اور قومیت و سیاست پر بھی شامل ہے۔ اس زمرہ میں ادیب پیشاوری، ادیب نیشاپوری، سالار شیرازی، شوریدہ شیرازی، شہاب [illegible] شاہی، رعدی آذرخشی، غمام ہمدانی، فروغی اصفہانی، بدیع الزمان [illegible] اور نادری مشہدی وغیرہ شامل ہیں۔

وہ شعراء جو کبھی قدیم اصول عروض و قافیہ کی پابندی کرتے ہیں اور کبھی مغربی تعلیم سے متاثر ہونے کے باعث جدید بحروں اور قافیوں کے نئے اصول بھی پیدا کرتے ہیں۔ ان کے اشعار کا موضوع زیادہ تر قومیت، سیاست، ملکی بیداری اور سوسائٹی کی اصلاح ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں اسی جماعت کی کثرت اور انہی کو مقبولیت حاصل ہے۔ شہزادہ ایرج میرزا، ملک الشعراء بہار، عارف قزوینی، پور داؤد، حبیب یغمائی، فرخی یزدی، کمالی اصفہانی، دہخدا، اشرف رشتی، حسام زادہ پازارگاد، فرہنگ طہرانی، رضازادہ شفق، محمود خان افشار اور سعادت نوری وغیرہ اسی طبقہ میں ہیں۔

گزشتہ فارسی شاعری کے مباحث و موضوعات کو ذیل کے سات عنوانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ عشقیہ، مدح و ہجا، تصوف، فلسفہ، اخلاق، رزمیہ اور مراثی۔ موجودہ شاعری کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عصر میں عشقیہ اور فلسفیانہ مضامین کافی پائے جاتے ہیں۔ مدحیہ کم ہے مگر جس قدر ہے اس میں اگلوں کا سا غلو اور ناپسندیدہ تملق نہیں ہے۔ صوفیانہ شاعری بہت کم ہے۔ اخلاق میں قومیت، حب وطن، عزت نفس، آزادی، صبر و ضبط

عزم و ثبات، ایثار و قربانی۔ اور غیرت و حمیت وغیرہ کے مباحث پر زمانۂ قبل کی نسبت
بہت زیادہ کہا گیا ہے۔ رزمیہ شاعری بالکل مفقود ہے۔ مرثیہ موجود ہے۔ اور ہجائیہ
اور طنزیہ نظمیں بکثرت ہیں

موجودہ دور کی فارسی شاعری سلیس و سادہ، شگفتہ و شیریں، رنگین، پُر ترنم، ولولہ انگیز
و جذبات آفریں ہے۔ ردیف و قافیہ کی شگفتگی، بحر و وزن کی موزونیت مضامین
کی شیرینی و لطافت اور نزاکت و معنویت ہر جگہ سادگی و سلاست کے پہلو بہ پہلو نظر
آتی ہیں۔ اس عہد کی نظموں بلکہ غزلوں تک میں حقیقی ملکی و ملی جذبات۔ ولولہ انگیز طرز ادا
واردات و کیفیات اور جدید الفاظ و محاورات خاص طور پر قابل غور ہیں۔ تمام طریقہ
طرز ادا آسان تخیل سادہ۔ محاکات واقعی اور جذبات فطری ہیں۔ نہ باریک بینی ہے نہ
خیال آفرینی۔ نہ موشگافی ہے نہ بلند پروازی۔ دل کی نمائش ہے دماغ کی نہیں۔
فطرت صنعت پر۔ آمد آورد پر اور بے تکلفی تکلف پر غالب نظر آتی ہے۔

زیر نظر انتخاب میں دور حال کے بیس شعرا کی منتخب نظمیں یا غزلیں پیش کی جاتی ہیں
یہ سب سخنور اس عہد کی ادبیات کے صحیح نمایندہ اور ملک کے ممتاز و نامور سخن سنجوں
میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اور منتخبہ کلام ان حضرات کے بہترین رشحات فکر میں
سے ہے۔ انتخاب کے وقت اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ وہ مذکورہ بالا تمام اصناف
شعر پر حاوی و مشتمل ہو تاکہ دور جدید کی شاعری پر مفصل نظر ڈالی جا سکے۔ ہجائیہ کلام
کو دانستہ خارج کر دیا گیا ہے اس لئے کہ وہ مقامی اور تلمیح طلب ہونے کی وجہ سے
عام طور پر زیادہ دلکشی کا موجب نہیں ہوتا۔

انتخاب میں جن شعرا کا کلام جمع کیا گیا ہے ان کے مختصر حالات ناظرین کی مزید

دلچسپی کے لئے درج کئے جاتے ہیں

۱۔ بہار خراسانی

میرزا محمد تقی نام، اور بہار تخلص ہے۔ میرزا محمد کاظم ملک الشعراء صبوری کے بیٹے ہیں۔

۱۳۰۴ھ میں مشہد میں پیدا ہوئے۔ مشہد ہی میں اپنے والد اور دیگر فضلاء سے عصر عربی فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۲۲ھ میں والد کے انتقال کے بعد ادیب نیشاپوری اور میرزا عبدالرحمان بدری کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ پھر آصف الدولہ غلام رضا خاں گورنر خراسان کے دربار میں باریابی حاصل کی۔ آصف الدولہ کی سفارش پر مظفر الدین شاہ قاچار نے ملک الشعراء کا خطاب مرحمت کیا اور سالانہ وظیفہ مقرر کر کے مزید سرفرازی فرمائی۔

۱۳۲۴ھ میں تحریک مشروطیت کے آغاز سے ہی اس تحریک میں شریک ہو گئے اور ۱۳۲۹ھ تک عملی اور قلمی شرکت کرتے رہے۔ حبل المتین (کلکتہ) میں اور خراسان کے اخبارات میں ان کے مضامین اور نظمیں کبھی اپنے نام سے اور کبھی فرضی ناموں سے شایع ہوا کرتی تھیں۔ نظموں کی اشاعت نے بہار کو ایک حد تک مقبول اور ہر دلعزیز بنا دیا۔ ۱۳۲۸ھ میں آپ نے مشہد سے نوبہار نامی روزنامہ جاری کیا۔ ان قومی تحریکوں میں حصہ لینے کی وجہ سے آپ کو بہت جانی و مالی مشکلات بھی برداشت کرنی پڑیں۔ دو بار جلاوطن بھی کئے گئے۔ دو دفعہ پرچہ بند کر دیا گیا۔ لیکن آپ استقلال کے ساتھ تمام مصائب جھیلتے رہے اور کبھی اپنے ارادہ میں کوئی کمی نہ آنے دی۔

۱۳۳۴ھ میں جب قوم پرستوں نے طہران سے بغداد و قسطنطنیہ کرمانشاہ کی جانب ہجرت کی ہے تو بہار بھی مہاجرین میں شامل تھے۔ واپسی کے بعد آپ نے

پھر [illegible] تو بہار [illegible] کو [illegible] بھی کیا۔ کچھ عرصہ تک آپ مجلس شورائے ملی کے رکن بھی رہے۔ [illegible] سیاسیات سے [illegible] ہو کر اب تصنیف و تالیف میں مشغول ہیں۔

ملک الشعرا بہار [illegible] دانشکدہ [illegible] کی وزارت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں [illegible] سبک شناسی [illegible] ایک مختصر [illegible] تاریخ سیستان [illegible] قابل ذکر ہیں۔

۲۔ ایرج میرزا

[illegible] علی شاہ قاچار کے [illegible] میں تبریز [illegible] پیدا ہوئے [illegible] عربی [illegible] تربیت پائی۔ فطرت نے [illegible] ۱۳۰۹ھ میں ولیعہد سلطنت مظفرالدین قاچار کے دربار میں [illegible] حاصل کی۔ مظفرالدین شاہ ان کے کمالات سے [illegible] بیٹھنے کے بعد ان کو اکثر ذمہ دار عہدوں پر [illegible] کیا۔

جمہوریت کے قیام کے بعد [illegible] وزارت [illegible] وزارت معارف میں مختلف عہدوں پر متعین رہے۔ [illegible] خدمات وطن کی اور مساعی جلیلہ کی بدولت خراج تحسین حاصل کیا۔ لیکن [illegible] خدمات بھی آپ کی علمی و ادبی مصروفیات میں [illegible] اور شعر و سخن کا مشغلہ تمام زندگی برابر جاری رہا۔ ۲۸ شعبان ۱۳۴۴ھ کو طہران میں حرکت قلب بند ہو جانے سے دفعتاً آپ کا انتقال ہوا۔

٣- فروغی اصفہانی

میرزا ابو الحسن خاں نام اور فروغی تخلص ہے۔ آپ کے والد میرزا محمد حسین خاں ذکاء الملک فروغی گزشتہ صدی کے نامور ادیب گزرے ہیں۔ اور آپ کے بڑے بھائی میرزا محمد علی خاں ذکاء الملک فروغی اس زمانہ کی اہم علمی و سیاسی شخصیتوں میں شامل اور وزیر خارجہ کے ممتاز عہدے پر سرفراز ہیں۔

فروغی سنہ ١٣٠١ھ میں طہران میں پیدا ہوئے۔ مدرسوں میں اور مختلف اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ اور فارسی عربی، فرانسیسی تینوں زبانوں کو بحد کمال حاصل ہے۔ ادب کے سوا تاریخ، جغرافیہ، فلسفہ وغیرہ میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ آپ کا شمار اس قرن کے بہترین فضلا و حکما میں کیا جاتا ہے۔ طہران کے مدرسوں میں ایک عرصہ تک آپ مدرسی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ "دار المعلمین" طہران کے قیام پر اس کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ اسی زمانہ میں آپ نے "تعلیم و تربیت" اور "فروغ تربیت" رسائل جاری کئے۔ سنہ ١٣١٥ھ میں بغرض علاج یورپ تشریف لے گئے۔ سنہ ١٣١٢ھ میں محکمہ معارف ایران کے نمائندہ کی حیثیت سے جشن ہزار سالہ میں شرکت کے لئے روس گئے۔ "مجلس مستشرقین" کے اجلاس منعقدہ سنہ ١٣١٤ھ میں بحکم دولت ایران کی طرف سے نمائندہ بن کر [illegible] گئے۔ اور یورپ کے ممتاز فضلا سے ملاقاتیں کیں۔

آپ کی تصنیفات میں سے "رشید وش زاہد"، "سرمایۂ سعادت" اور "اوراق شوش" طبع ہو چکی ہیں۔ اور آپ کے مختلف مضامین اور نظمیں درسی کتابوں میں شامل ہیں۔ اب آپ عملی زندگی سے کنارہ کش ہو کر عزلت گزیں ہیں۔ مزاج

میں بے حد خلق و تواضع ہے۔ اور دنیوی ساز و سامان سے قطعاً بے نیاز و بے پروا ہو کر امن و سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

۴۔ کمالی اصفہانی

حیدر علی نام اور کمالی تخلص ہے۔ شوال ۱۲۶۹ھ میں اصفہان کے ایک قصبہ ابدقو میں پیدا ہوئے۔ باپ نے لڑکپن ہی سے آہنگری کے پیشہ میں ڈال دیا۔ پندرہ سال کی عمر میں طہران آئے۔ چند سال بعد اصفہان واپس ہوئے مگر پھر اہل و عیال سمیت طہران آ کر وہیں مستقل سکونت اختیار کی۔

جوانی میں تعلیم کا شوق ہوا۔ خود ہی سواد خوانی حاصل کی اور پھر مطالعہ کے ذریعہ علمی و ادبی کتابوں سے خود ہی اپنے شوق علم کی تشنگی دور کرتے رہے۔ مبدء فیاض سے طبیعت موزوں اور ذوق سلیم پایا تھا۔ شعر گوئی بھی شروع کر دی اور سخنوری میں یہ مرتبہ حاصل کیا کہ ایرج مرزا جیسے شاعر استاد ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ ادیب الممالک فراہانی سا ادیب ان کی بابت لکھتا ہے:

بود اکنون کمالی خسرو اقلیم سخن — به پیکر فطرت جان کرد و جان سخن
اگر به کلک تو طرح سخن در افکندے — برادر وے از این حکمت شان سخن

دورۂ مشروطیت میں احرار کی جماعت میں شامل تھے۔ ایک روزنامہ بھی "پیکار" کے نام سے جاری کیا تھا۔ تصنیفات میں ان کے اپنے دیوان کے سوا "نظام ترکان خاتون" اور "منتخبات اشعار صائب" شائع ہو چکے ہیں۔

۵۔ بدیع الزماں خراسانی

بدیع الزماں خراسانی ابن آقا شیخ علی ۱۳۱۲ھ میں بشرویہ میں پیدا ہوئے

اور طہران و مشہد میں ادیب نیشاپوری، شیخ حسین نجم آبادی، سید کاظم وغیرہ فضلائے عصر سے فارسی و عربی کی تعلیم حاصل کی۔ معانی، بیان، حکمت و فلسفہ میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں۔ سنہ ۱۳۴۲ھ (۱۹۲۳ء) میں طہران آئے اور سررشتۂ تعلیم میں ملازم ہوئے۔ اور اب طہران یونیورسٹی میں ادب کے پروفیسر ہیں۔

آپ کو فطرت نے غیر معمولی ذہانت اور حافظہ عطا کیا ہے۔ اور آپ فصیح و بلیغ مقرر اور بلند پایہ مصنف بھی ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں "سخن و سخنوران" چار جلد میں ہے۔ جس کی پہلی جلد شائع ہو چکی ہے۔ "منتخبات اشعار فرخی" بھی چھپ گئی ہے۔ "تاریخ ادبیات ایران تا محمد غزنوی" اور علم بیان و منطق و فلسفہ پر چند کتابیں ابھی شائع نہیں ہوئیں۔

۶۔ دہخدا میرزا علی اکبر خاں نام ہے۔ دہخدا اور دخو کے نام سے ان کی نظمیں رسائل میں شائع ہوا کرتی تھیں۔ ان کے والد قزوین کے متوسط الحال اشخاص میں سے تھے جو ترک سکونت کر کے طہران آ گئے تھے۔ سنہ ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۹ء) میں یہ طہران ہی میں پیدا ہوئے۔ دس سال کے تھے کہ باپ کا انتقال ہو گیا۔ اور جائداد وغیرہ تلف ہو گئی۔ مگر ان کی والدہ نے تمام مصائب کا استقلال سے مقابلہ کیا اور بچوں کی بہترین تعلیم و تربیت کی۔

ماں نے شیخ غلام حسین کے پاس جو اس زمانہ کے فضلا میں شمار ہوتے تھے دہخدا کو تعلیم کے لیے بھیج دیا۔ انھوں نے لڑکے میں جوہر قابل پا کر بڑی توجہ سے تعلیم دی اور تمام علوم بڑی محنت سے سکھائے۔ اسی زمانہ میں دہخدا کو شیخ ہادی نجم الدین کی خدمت میں حاضر ہونے کا بھی موقعہ ملا تھا۔ جب

طہران میں "مدرسۂ سیاسی" کی بنیاد پڑی تو دہخدا وہاں داخل ہو گئے۔ تعلیم کے دوران ہی میں معاون الدولہ ایرانی سفیر جب یورپ روانہ ہوئے تو ان کو ساتھ لے گئے۔ اور دو سال دہخدا یورپ رہے۔

اسی زمانے میں ایران میں آزادیٔ وطن کی تحریک شروع ہوئی۔ اور دہخدا بھی پورے جوش سے اس تحریک میں شریک ہو گئے۔ "صور اسرافیل" کی ادارت انہی ایام میں ان کی سپرد ہوئی۔ جب محمد علی شاہ معزول نے "مجلس ملی" کو توڑا اور قوم پرستوں پر بلائیں نازل کیں تو چند اور احرار کے ساتھ دہخدا بھی ملک بدر کئے گئے۔ یہ اول پیرس گئے۔ پھر قسطنطنیہ آئے۔ اور یہاں سے "سروش" نامی اخبار جاری کیا۔ ایران میں دوبارہ جمہوریت کے قیام پر قوم پرستوں نے دہخدا کو قسطنطنیہ سے واپس بلا لیا۔ اور وہ "مجلس ملی" کے رکن کی حیثیت سے قومی خدمات انجام دیتے رہے۔ جنگ یورپ شروع ہوئی تو یہ کئی سال کے لئے گوشہ نشین ہو گئے۔

بعد ازیں دہخدا نے "مدرسۂ سیاسی" طہران کے پرنسپل کے عہدہ کو قبول کر لیا۔ اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ "کتاب حکم و امثال فارسی" چار جلدوں میں ہے۔ جس میں سے ایک جلد شایع ہو چکی ہے۔ دو ترجمے "عظمت و انحطاط رومیان" و "روح القوانین" اور دو لغات، ایک فرانسیسی سے فارسی میں اور دوسرا خود فارسی کا مکمل لغت ابھی شایع نہیں ہوئے ہیں۔

۷۔ پروین اعتصامی

پروین خانم اعتصام الملک میرزا یوسف خاں اعتصامی کی بیٹی ہیں۔ سنہ ۱۳۲۰ھ (۱۹۰۶ء) میں طہران میں پیدا ہوئیں۔ باپ نے تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا تھا۔ گرلس اسکول

بھیجنے کے سوا خود بھی درس دیتے تھے چنانچہ پروین خانم بہت تھوڑے عرصے میں عربی، فارسی اور انگریزی ادبیات سے بخوبی واقف ہوگئیں تحصیل علم کے ساتھ ان کو شاعری کا بھی شوق ہوا۔ فیاض حقیقی نے ذہن نقاد اور طبع وقاد عطا کی تھی۔ سخنوروں میں شمار ہوئیں اور بلند پایہ رسائل نے ان کی نظموں کو شائع کرنا باعث فخر سمجھا۔ غزل کم کہتی ہیں۔ اور زیادہ تر نظمیں قومی و اصلاحی رنگ کی ہوتی ہیں

۵۔ پور داؤد میرزا ابراہیم خان نام ہے۔ ان کا خاندان رشت کے مشہور اور ممتاز تاجروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۰۳ھ (۱۸۸۶ء) کو رشت میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ پھر طہران گئے۔ اور وہاں طب یونانی حاصل کی۔ ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۵ء) میں بغداد اور بیروت گئے۔ بیروت میں تحصیل علم کے بعد ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء) میں پیرس پہنچے۔ اور یونیورسٹی میں قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے داخل ہوگئے۔ یورپ میں جنگ عظیم کے چھڑ جانے پر فرانس سے نکل کر برلن اور بغداد ہوتے ہوئے کرمانشاہ آئے اور "رستخیز" اخبار جاری کیا۔ ۱۳۳۸ھ (۱۹۱۹ء) میں پھر برلن چلے گئے۔ اور ایک مدت بعد ۱۳۴۳ھ (۱۹۲۴ء) میں رشت کو مراجعت کی۔

پور داؤد سخت متعصب وطن پرست ہیں۔ آپ کو عربوں سے خاص عداوت ہے۔ چنانچہ عربی علوم اور عربی الفاظ کا نام و نشان بھی آپ ایران میں دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اور قدیم ایرانی زبان اور روایات کو زندہ کرنے کے حامی ہیں۔ پیرس میں قیام کے زمانے میں آپ نے وہاں ایرانیوں کی ایک انجمن قائم کی تھی۔ اور برلن کے طویل قیام میں بھی برابر ملکی مفاد کے لئے پروپیگنڈا کرتے رہتے تھے۔ وطن کی [illegible]

وہ نظمیں کے زمانہ سے متعلق بھی ان کی بہت سی قومی نظمیں یادگار ہیں۔
بہشت میں کچھ مدت رہنے کے بعد آپ بمبئی اور پھر برلن گئے۔ اور اس زمانہ میں بہاہما دستا کے مختلف حصوں خوردہ اوستا۔ یشت۔ یسنا اور گاتھا وغیرہ کے ترجمہ و تفسیر میں مصروف رہے۔ اب کچھ عرصہ سے آپ ڈاکٹر ٹیگور کی یونیورسٹی "شانتی نکیتن" میں پروفیسر ہیں۔ آپ کا دیوان "پوراندخت نامہ" بمبئی میں طبع ہو کر شایع ہو چکا ہے

۹۔ محمود خاں افشار

۱۳۱۰ھ میں یزد میں پیدا ہوئے۔ تیرہ سال کی عمر میں بمبئی آئے۔ تین سال یہاں تعلیم حاصل کر کے طہران گئے۔ "مدرسہ سیاسی" میں داخل ہوئے۔ انیس سال کی عمر میں یورپ گئے۔ یورپ کے بہشت سالہ قیام میں جرمنی۔ سوئٹزرلینڈ۔ فرانس انگلستان وغیرہ تمام ممالک کی سیاحت بھی کی۔ اور لوزان یونیورسٹی سے سیاسیات میں ڈاکٹری کی سند حاصل کر کے ۱۳۳۴ھ میں طہران واپس آگئے۔ اول "مدرسہ سیاسی" میں سیاسیات و اقتصادیات کی تعلیم پر مامور ہوئے۔ بعد ازاں کمرشیل کالج کے پرنسپل مقرر ہو گئے۔ اور کچھ مدت ججی کے عہدے پر بھی فائز رہے۔

یورپ کے قیام کے زمانہ ہی سے ڈاکٹر افشار کو ادبیات کا شوق تھا۔ اور سیاسیات تو آپ کا خاص مضمون تھا۔ آپ مضامین بھی لکھتے تھے جو لندن اور لوزان کے رسایل کے علاوہ حبل المتین (کلکتہ) اور طہران کے بلند پایہ رسایل۔ ایران شفق وغیرہ میں شایع ہوتے رہتے تھے۔ اسی زمانہ میں آپ نے ایک کتاب

"دولِ یورپ کی ایران میں سیاسی جدوجہد" پر فرانسیسی زبان میں لکھی جو برلن میں طبع ہو کر شایع اور مقبول ہوئی۔ طہران سے ۱۳۴۳ھ میں ایک ادبی اور سیاسی ماہنامہ "آینده" نکالا۔ جو کئی سال تک جاری رہا۔ آپ کو شعر و سخن سے خاص ذوق ہے۔ اور آپ کا شمار موجودہ دور کے مستند اہلِ قلم اور بلند پایہ شعرا میں کیا جاتا ہے۔

۱۰۔ رضازادہ شفق

آقائے رضازادہ شفق تبریز میں پیدا ہوئے۔ اول یہیں بہترین عربی فارسی انگریزی کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد یورپ گئے۔ جرمنی و فرانس وغیرہ کی سیاحت کی۔ اور اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری پائی۔ شعرائے عصرِ حاضر میں آپ خصوصیت کے ساتھ فکرِ نقاد، ذہنِ وقاد اور قلبِ حساس کے مالک ہیں۔ ان کے دو مرثیے ہم نے انتخاب کئے ہیں جو انہوں نے اپنے والد اور بھائی کی وفات پر لکھے ہیں۔ ان مراثی سے ان کا جوہرِ سخن خوب چمکتا ہے۔

مرثیہ اصنافِ سخن میں نہایت قدیم چیز ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ تاثرات قلبی کے آئینے سب سے بہتر غزل و مرثیہ ہی ہیں۔ یہ دونوں جذبے دل کی ایک ہی گہرائی سے پیدا ہوتے ہیں اور سطحِ بیان پر آ کر دلوں پر یکساں اثر کرتے ہیں۔ مرثیہ کے اسلوبِ بیان میں سے اس خاص پہلو پر غور و نظر ضروری ہے کہ مرثیہ اگرچہ شخصی حیثیت سے ذاتی تاثر کا پرتو ہوتا ہے تاہم ادبی حیثیت سے وہ ایک ذات خاص سے نہیں بلکہ قوم و ملک اور زبان و ادب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے مرثیہ میں درد و الم اور غم و ماتم کے بیان سے اخلاقی عبرت کا مضمون پیدا کرنا مرثیہ کے محاسن شاعرانہ میں شامل ہے۔ یہ صفت رضازادہ کے ان مراثی میں نہایت حسن و خوبی

اور لطف واثر کے ساتھ موجود ہے۔ آپ آج کل طہران یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ اور ملک کے نامور ادبا و فضلا میں شمار کئے جاتے ہیں۔

۱۱۔ اشرف رشتی

سید اشرف الدین الحسینی نام اور نسیم شمال کے لقب سے معروف ہیں۔ ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۰ء میں رشت میں پیدا ہوئے۔ وطن میں عربی و فارسی کی تحصیل کرنے کے بعد تکمیل کے لیے ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۳ء میں مشہد مقدس گئے۔ پانچ سال میں علوم متداولہ کی فراغت کے بعد رشت واپس آ گئے۔ اور خوشنویسی کے ذریعہ بسر اوقات کرنے لگے۔ اسی زمانہ سے "نسیم شمال" نامی پرچہ جاری کیا۔ جمہوریت کے قیام کے بعد طہران آئے اور "نسیم شمال" یہیں سے شایع کرنے لگے۔ رشت میں ان کے پرچہ کو اس قدر مقبولیت حاصل نہ تھی لیکن طہران میں لوگ اسے ہاتھوں ہاتھ لینے لگے۔ ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۶ء میں جنون کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ اس زمانہ سے اعزا و رفقا سب نے کنارہ کشی کر لی۔ اب نہایت تنگدستی میں مبتلا ہیں اور زندگی کے دن گزار رہے ہیں۔

ان کے اشعار کی تعداد بیس ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے۔ کلام کے دو مجموعے "باغ بہشت" اور "نسیم شمال" شایع ہو کر قبول عام اور بقائے دوام کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ ایک ناول "عزیز و غزال" بھی آپ کی تصنیف سے ہے اور طہران میں طبع ہو چکا ہے۔

۱۲۔ حبیب یغمائی

میرزا حبیب نام اور قاچاری دور کے مشہور ہزل گو شاعر یغمائے جندقی کے پوتے ہیں۔ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں جندق کے ایک گاؤں خور میں پیدا ہوئے۔ جندق و طہران

میں تعلیم کو تکمیل کی حد تک حاصل کیا۔ کچھ مدت سمنان میں سررشتہ تعلیم میں ملازم رہے۔ اس کے چند سال بعد سے طہران یونیورسٹی میں فارسی ادب کے پروفیسر ہیں۔

آپ کی تصنیف "شرح حال یغماء جندقی وبیاباتک" کے دیباچہ میں میرزا عباس خاں اقبال آشتیانی لکھتے ہیں:۔

"اس کتاب کا مصنف . . . . صاحب ذوق اور لطیف طبع شعرا میں سے ہے۔ آپ قدماء کے مانند پختہ مگر جدید روش پر ہے۔ اس دور میں جب کہ ہر شخص شاعر اور مصنف بن بیٹھا ہے ایسے باکمال شخص کی فضائل لائق ستائش ہیں" (ترجمہ)

آپ کے اشعار کی تعداد تین ہزار تک پہونچتی ہے۔ جو اکثر رسائل میں طبع ہوتے رہے ہیں اور کتب درسی میں شامل ہیں۔ آپ کی دیگر تصنیفات "حالات اصفہان" "شرح حال منوچہری" "مقامات حمیدی" اور "تاریخ ادبیات ایران قبل از اسلام تا عہد حاضر" ہیں جو ابھی طبع نہیں ہوئیں۔

۱۳۔ سالار شیرازی

ان کے اجداد میں امام قلی خاں والی فارس تھے اور شاہ عباس اعظم کے عہد میں انہوں نے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ "مدرسہ خان" شیراز میں اور "پل مرودشت" ان سے یادگار ہیں۔ ان کے والد کا نام میرزا علی خاں تھا۔ شاہ ناصر الدین قاجار کے جشن ولادت کے دن صفر ۱۳۰۲ھ میں شیراز میں پیدا ہوئے اور اسی مناسبت سے ان کا نام ناصر الدین رکھا گیا۔

سالار نے عربی و فارسی کی تحصیل شیراز ہی میں کی پھر انگریزی حاصل کرنے کے لیے ہندوستان کا سفر کیا۔ لڑکپن ہی میں تیراندازی اور شہسواری کے فن کا شوق سے حاصل کیے تھے۔ فراغت علم کے بعد قوام الملک میرزا حبیب اللہ خاں کے سکریٹری ہو گئے۔ جب قوام الملک کی نظام السلطنت سے جنگ ہوئی ہے۔ تو یہ لشکر کے سردار رہتے تھے۔ قوام الملک کو فتح نصیب ہوئی تو ان کو کارہائے نمایاں کے سلسلہ میں "سالار جنگ" کا خطاب عطا ہوا۔ اس کے بعد بھی مدت تک ملکی و سیاسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اب اپنی ذاتی ریاست میں ادبی مشاغل میں مصروف ہیں۔ اور شیراز کی لٹریری سوسائٹی کے صدر ہیں۔ آپ کے اشعار اکثر رسائل میں طبع ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کا شمار موجودہ دور کے قادر الکلام اور خوش فکر شعرا میں کیا جاتا ہے۔

۱۴۔ سعادت نوری

آقائے میرزا حسین خاں سعادت نوری ایران کے مایۂ ناز فرزندوں میں سے ہیں۔ کم عمری و نوجوانی میں اپنی طبع سلیم کی رہنمائی سے اس قدر صحیح ذوق شعر و ادب پیدا کر لیا جو مستثنیات میں شمار کرنے کے قابل ہے۔ شاعر و ادیب کے ساتھ آپ صاحب تصنیف بھی ہیں۔ آپ کے ذوق سلیم اور نقد ادب کا ایک نہایت دلچسپ نمونہ ان کی تالیف "گلہائے ادب" ہے۔ جس میں شعرائے معاصرین میں سے ۴۷ مشاہیر سخن کے بہترین آثار شعری کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ کے سر آغاز (دیباچہ) میں وجہ تالیف یوں بیان کرتے ہیں:-

صرف نظر از کتب متقدمین آثار شعرائے معاصر نیز بقدر وسع و صورت طبع نمی بلند وجہ

بسیار از جواہرات گراں بہا و اشعار آبدار کہ از گنجینۂ افکار دانشمنداں تراوش نمودہ در گوشہ و کنار از بین رفتہ است. امروز اگر جستہ باشید مجموعۂ از آثار شعرائے معاصر پیدا کنید قطعاً بیش نخواہید یافت. بنا بریں بندۂ ناچیز با کثرت مشاغل در مقام جمع آوری مختصرے از آثار منظومۂ شعرائے معاصر اقدام نمودہ . . . .
و آنرا بہ پیشگاہ جلیلہ دوست فاضل عزیزم حضرت آقائے امین مدیر دانشمند ارمغان تقدیم کردم ... مسکین

گلہائے ادب میں سعادت نوری نے ان کا کلام بھی درج کیا ہے جس میں سے کچھ ہم نے اس مجموعہ میں انتخاب کیا ہے۔ یہ غزلیات بھی لکھتے ہیں اور غزلوں میں بھی ان کا مخصوص رنگ جوش و ولولہ ہے۔ نیز شائستگی اور سلاست بیان ان کی ہر نظم میں نمایاں ہے۔ آپ فارسی و عربی کے علاوہ مغربی علوم و ادبیات کے بھی ماہر ہیں۔ چنانچہ آپ نے ورڈس ورتھ کی بعض نظموں کی فارسی نثر میں ترجمہ و تشریح کی اور اس کے کلام و سوانح پر تنقید بھی قلمبند کی ہے۔

۱۵ - شباب کرمانشاہی

آقائے محمد جواد شباب ۱۲۷۰ھ ۱۸۵۴ء میں کرمانشاہ میں پیدا ہوئے۔

علوم و فنون متداولہ کی تحصیل کے ساتھ ہی نقاشی و تیر اندازی میں بھی کمال پیدا کیا۔ کچھ مدت کرمانشاہ سے فصاحت نامی اخبار شائع کرتے رہے۔ بڑے زندہ دل، صاحب ذوق، خوش فکر، باکمال ادیب اور پرگو اور زود گو شاعر ہیں۔ قصیدہ و غزل پر یکساں قدرت حاصل ہے۔ آپ کے کئی مجموعے کلام "نشاط شباب"، "لسان العاشقین"، "دبستان معرفت"، "کیمیائے سعادت"، "مجموعۂ قصائد"

"چشمہ نوش"، "تیر شہاب"، "پریشان"، "شکرستان" و "مخزن المعانی" ہیں۔
ان میں صرف آخری دو طبع ہوئے ہیں۔

۱۶۔ شوریدہ شیرازی

حاجی محمد فصیح الملک شوریدہ شیراز میں پیدا ہوئے [illegible] ہجری میں انھوں نے خود اپنی ولادت کا سال ۱۲۷۴ھ لکھا ہے۔ اور حسب ذیل اشعار تاریخی درج کیے ہیں

از ہزار و دو صد افزون چو ز سال شصت و ہفت — [illegible] سال [illegible] دست [illegible] فروغ
گفت کز امتیازات [illegible] گفتمش [illegible] — [illegible] زبان [illegible] بیت [illegible]
اینک اعداد جمل را چون [illegible] — [illegible] گفتن [illegible]

آپ کا نسب نامہ اہلی شیرازی [illegible] تک پہنچتا ہے۔ سات سال کے تھے جب چیچک میں مبتلا ہوئے اور بینائی سے محروم ہو گئے۔ نو برس کی عمر میں باپ رحلت کر گئے۔ تو ماموں کے زیر سایہ تربیت پانے لگے۔ لیکن باوجود ان نامساعد حالات کے طبع سلیم، ذکاوت فطری اور عالی حوصلگی کی بنا پر وہ نیک نامی حاصل کی کہ غیر فانی شہرت کے مالک بن گئے۔

زمانہ طفولیت ہی میں اپنے ماموں کے ساتھ حج کا شرف حاصل کر لیا تھا۔ ۱۲۹۳ھ میں نظام السلطنت حسین قلی خاں کی صحبت میں داخل ہوئے۔ اور ان کی وساطت سے شہزادہ امین السلطان کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ ناصر الدین شاہ اور مظفر الدین شاہ کی مدح میں بھی آپ نے قصائد کہے ہیں۔ ایک بار ناصر الدین شاہ قاچار کے دربار میں فی البدیہہ رباعی سنائی تھی جس کے صلہ میں "فصیح الملک" کا خطاب مرحمت ہوا۔

گفتم بدرگہش دو خواندم ثنای شہ — احسنت شہ شنیدم و چشمم ورا ندید
چون مصطفیٰ کہ در شب معراج سوی عرش — روی خدا ندید و ندای خدا شنید

۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء میں طہران سے شیراز آئے اور ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں وہیں شادی کی۔ آپ کی اولاد میں آقا حسین شیفتہ اور آقا حسن احسان بھی اس عہد کے خوش فکر حضرات میں ہیں۔ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء کو شیراز ہی میں انتقال ہوا۔ اور حضرت شیخ سعدیؒ کے قریب دفن ہوئے۔ آپ کے کلام میں قصائد۔ غزل، قطعہ، رباعی، تاریخ سب کچھ ہے۔ اور فارسی شاعری میں کلاسیکی نظم کا درجہ رکھتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رضا شاہ پہلوی کی تخت نشینی کی تاریخ تفنن طبع کے لئے درج ہے۔

اے امیر لشکر اے محمود زاد — اے شکوہت راز شاہ غزنوی
تعمیہ تاریخ بس صعب است لیک — گفت شوریدہ فصیح معنوی
از رضا خان نام احمد پادشا — در عدد کم شد فزون شد پہلوی

۱۶۵۲ - ۳۶۱ = ۱۲۹۱ + ۵۳ = ۱۳۴۴ھ

فصیح الملک نے اپنی وفات سے بہت پہلے خود اپنی انتقال کی تاریخ نکالی تھی۔ اور اٹھارہ شعر کا قطعہ کہا تھا۔ صرف تاریخ کا شعر نقل کرتا ہوں۔

سال نو ختم بر ربیع دوم این مصرع گشت — شد شوریدہ بجان جانب منان رحیم

۱۷۔ عارف قزوینی

میرزا ابوالقاسم عارف ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء میں قزوین میں پیدا ہوئے۔ عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ہی موسیقی اور خوشنویسی میں مہارت پیدا کی۔ اور کچھ مدت روضہ خوانی کرتے رہے۔ ۱۷ سال کی عمر میں "خانم بالا" ایک حسینہ سے عشق ہو گیا اور

اپنے اور اس کے اعزہ کے منشا کے خلاف شادی کر لی۔ چند سال بعد دباؤ پڑنے کی وجہ سے طلاق دینی پڑی۔ مگر پھر دونوں نے ہرگز دوبارہ شادی نہ کی۔ سنہ ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۷ء) میں رشت گئے اور سنہ ۱۳۱۶ھ (۱۸۹۸ء) میں طہران آ کر موثق الدولہ امیر کی مصاحبت میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد وزیر اعظم اور شاہ مظفر الدین قاچار کے درباروں میں رسائی حاصل ہوئی۔ لیکن مزاج میں آزادی تھی۔ درباری داری اور ندیمی پسند طبع نہ ہوئی۔ تحریک جمہوریت کے شروع ہوتے ہی سب کچھ چھوڑ احرار کی جماعت میں پیش پیش ہو گئے۔ اور جب احرار کو ایران سے ہجرت کرنی پڑی تو یہ بھی قسطنطنیہ چلے گئے۔

عارف قولاً اور فعلاً ہر طرح آزادی کے علمبردار رہے۔ انقلاب کے زمانہ میں آپ گاؤں گاؤں کا دورہ کر کے اپنی غزلیں گاتے اور ملک بھر میں آگ لگاتے پھرتے۔ ظالم اور سرکش امرا و حکام کے خلاف آپ برابر علم جہاد بلند رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک بار میرزا احمد خاں قوام السلطنت وزیر نے آپ کے باغیانہ اشعار بالخصوص اس شعر کی وجہ سے جس میں خود اسی پر حملہ تھا آپ کو قید کر دیا تھا۔

آں کسے راکہ دریں ملک سلیماں کردند — ملت امروز یقین کرد کہ او اہرمن است

عارف نے نئی نئی بحریں اور اوزان ایجاد کئے ہیں۔ جن کو صرف ماہرین موسیقی ہی گا سکتے ہیں۔ اس قسم کی نظموں کے سوا آپ کا کلام زیادہ تر غزلیات پر مشتمل ہے۔ آپ کا دیوان سنہ ۱۳۴۲ھ (۱۹۲۴ء) میں برلن میں چھپ چکا ہے۔ جس پر ڈاکٹر رضا زادہ شفق نے مقدمہ تحریر کیا ہے۔ آپ کے اشعار لطیف جذبات قومی سے لبریز ہیں۔ اور سننے سنانے والوں کے جذبات ملی کو برانگیختہ کرتے ہیں۔ آپ کی غزلیں قومی

محفلوں میں گائی جاتی ہیں۔ اور آج بھی قارئین و سامعین ان پر سر دھنتے ہیں۔

۱۸۔ غمام ہمدانی

آقا محمد یوسف زادہ غمام پسر حجۃ الاسلام آقا سید یوسف ہمدانی۔ رجب سنہ ۱۳۰۲ھ (۱۸۸۵ء) میں نجف اشرف میں پیدا ہوئے۔ نجف اشرف اور ہمدان میں عربی و فارسی کی تعلیم پائی۔ اور علوم و فنون متداولہ کی تحصیل کی۔ دورۂ مشروطیت میں آپ احرار کے لیڈر رہے۔ آزادیٔ وطن کی خاطر آپ نے بہت مشقتیں جھیلی ہیں۔ ہمدان سے سنہ ۱۳۲۵ھ (۱۹۰۷ء) میں آپ نے "الفت" نامی اخبار جاری کیا۔ اور "انجمن اتحاد" قائم کی۔ جو کئی برس تک احرار کا ملجا و ماویٰ بنی رہی۔ سنہ ۱۳۳۰ھ (۱۹۱۲ء) میں مشروطیت کے قیام کے بعد آپ سیاسیات سے کنارہ کش ہو گئے۔ اور صرف بعض اوقات ضرورتاً منظر عام پر آتے ہیں۔ ورنہ تجارتی و ادبی مشاغل میں مصروف اور قومی و ملکی مسائل سے علیحدہ ہیں۔

غمام کا کلام زیادہ تر غزلیات پر شامل ہے۔ آپ کی غزلوں کے دو مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ فلسفہ و حکمت، پند و موعظت کے مضامین آپ کا خاص موضوع ہیں جنہیں آپ غزل کی سادہ و سلیس، شگفتہ و شیریں زبان میں پیش کرتے ہیں۔ اور مغلق اور پیچیدہ الفاظ کہیں نہیں نظر آتے۔

۱۹۔ فرخ خراسانی

میرزا سید محمود جواہری ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ (۱۸۹۶ء) کو مشہد مقدس میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد میرزا سید احمد "آقائے جواہری" خراسان کے مشہور اہل علم و فضل میں شمار کئے گئے ہیں۔ فرخ نے باپ کے زیر سایہ عربی و فارسی علوم رائجہ کی تعلیم پائی۔ اور تحصیل علمی کے بعد تجارت وغیرہ میں مصروف ہو گئے۔ سنہ ۱۳۴۵ھ (۱۹۲۶ء) میں روس، جرمنی، فرانس وغیرہ کی

سیاحت کی۔

شعر و سخن میں آپ نے کم عمری ہی میں استادوں کی سی مشق و قدرت بہم پہونچا لی تھی۔ آپ کے اشعار کا جوہر روانی شگفتگی اور سلاست و شیرینی ہے۔ اور آپ دورِ حاضر کے خوش گو اور صاحبِ فن باکمال سخنوروں میں گنے جاتے ہیں۔

۲۰۔ فرخی یزدی

میرزا محمد فرخی سنہ ۱۳۰۶ھ (۱۸۸۹ء) میں یزد میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علم کے بعد کسب معاش اور دنیا داری میں مصروف ہو گئے۔ تحریک انقلاب شروع ہوئی تو یہ بھی اس میں شامل ہو گئے۔ سنہ ۱۳۲۷ھ (۱۹۰۹ء) کے جشن نوروز کے موقعہ پر ایک پرجوش مسدس پڑھ کر سنایا جس کا مطلع یہ تھا۔

عید جم شد اے فریدوں خو بت ایراں پرست — مستبدی خوے ضحاکی است این خونہ ز دست
حالیا کز سلم و تور انگلیس و روس ہست — ایرج ایراں سراپا دستگیر و پاے بست
بہ کہ از راہ تمدن ترک بے مہری کنی
در رہ مشروطہ اقدام منوچہری کنی

حقیقت میں یہ مسدس عجیب طوفان انگیز اور ولولہ خیز نظم ہے۔ ضیغم الدولہ قشقائی حاکم یزد اس قدر آپے سے باہر ہوا کہ اس نے حکم دیدیا کہ فرخی کا منہ سی دیا جائے۔ اور قید کر دیا جائے۔ چنانچہ مدت تک فرخی قید میں اور منہ کے زخموں کے شدائد میں گرفتار رہے۔ اور اس کے اثر سے اب بھی گفتگو صاف اور واضح نہیں ہے۔ قید سے رہا ہونے پر آپ کا قومی جوش اور خدمت ملک کا جذبہ اور بھی تیز ہو گیا۔ اور آپ پوری سرگرمی سے اصلاح ملک و قوم کے کام میں مصروف ہو گئے

یورپ کی جنگ عظیم کے زمانہ میں فرخی بغداد اور کربلا کو ہجرت کر گئے۔ وہاں سے انگریزوں نے نکالا تو موصل چلے گئے۔ پھر ایران واپس آئے تو روسیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے اور عرصہ تک قید رہے۔ پھر وثوق الدولہ اور سید ضیاء الدین طباطبائی کے عہد وزارت میں دوبارہ قید ہوئے۔ سنہ ۱۳۴۰ھ (۱۹۲۱ء) میں آپ نے "طوفان" جاری کیا۔ جو اپنے عہد کا بہترین ادبی و سیاسی اخبار تھا۔

انقلاب روس کے جشن دہم کے موقعہ پر آقائے فرخی یزدی۔ آقائے شیروانی مدیر روزنامہ میہن۔ اور شاہزادہ سلیمان میرزا۔ روسی دعوت کے جواب میں ماسکو گئے۔ فرخی نے واپسی پر اپنا سفرنامہ اور روس زمانہ کے تاثرات "طوفان" میں شایع کرنے شروع کئے لیکن حکومت نے اخبار بند کر دیا تو یہ سلسلہ بھی بند ہو گیا۔

سنہ ۱۳۴۷-۴۹ھ (۱۹۲۸-۳۰ء) میں آپ یزد کی طرف سے مجلس ملی کے ممبر منتخب ہوئے۔ مجلس میں اکثریت حکومت کے حامیوں کی تھی اور فرخی مخالفین کے سرگروہ تھے۔ اس لئے آپ کو اکثر طعن و ملامت کا آماجگاہ بننا پڑتا تھا۔ غرض آپ نے اپنی پوری عمر قومیات کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ اور اس قرن کے وطن پرستوں میں آپ کا نام زریں حروف میں نمایاں کئے جانے کے قابل ہے۔

آپ کی منظومات۔ غزلیات اور رباعیات قومی جذبات اور جوش ملکی سے لبریز ہیں۔ آپ نہایت زود گو اور پرگو قادر الکلام شاعر ہیں۔ عموماً چند منٹ میں پوری غزل کہہ لیتے ہیں۔ آپ کا کلام ابھی تک علیحدہ کتابی صورت میں شایع نہیں ہوا۔

محمد طاہر فاروقی

ہارٹمن ہسل، آگرہ۔

یکم مارچ سنہ ۱۹۳۶ء

منظومات

ملک الشعرا میرزا محمدتقی بهار خراسانی

کل الصید فی جوف الفرا

چار تن در یک زمان جستند دوماه کئی — هیچ نوبت کم نگفتند از فن شعر و شاعری

جاه و آب تیره کی ... زین چار استاد — فرخی و عسجدی و زینتی و عنصری

درگه محمود شد زین چار شاعر پر فروغ — همچنان کز هفت اختر گنبد نیلوفری

زر فرستادند بهر شاعران بر پشت پیل — اینت خوش بازارگانی آنت [illegible]

بود کار شاعران در حضرت غزنی بکام — زانکه بد محمود را بر شیوهٔ شاهی [illegible]

بر خدمت هر یکی نیکو غلامان داشتند — با کمر بستهٔ مرصع با قباهای زری

ایستادندی بدرگه مرکبان راهوار — گسترانیده بمجلس فرشهای عبقری

در حضر همراز خسرو در سفر همراه شاد — شوق خدمت در سر و در دست [illegible]

چرخ بر این چار تن بگماشت چشم بد [illegible] — وین بلا بر چار یار انگیخت مهر خاوری

باچنان حشمت که بود آن چار استاد بزرگ — مال و نعمت در نثار و فضل و حکمت برسری

بندگان بودند و شاگردان بر استاد طوس — زانکه بود او بر سخن سنجان دوران برتری

من عجب دارم از آن مردم که هم پهلو نهند
در سخن فردوسیِ فرزانه را با انوری

انوری هرچند باشد اوستادے بے بدیل
کے زند با اوستادِ طوس لافِ همسری

سحر هرچند ال قوی عاجز شود با معجزه
چون کند با دستِ موسیٰ سحرهائے سامری

شاهنامه هست بے اغراق قرآنِ عجم
رتبهٔ دانائے طوسی رتبهٔ پیغمبری

شاعرے را شعر سهل و شاعرے را شعر صعب
شاعرے را شعر سخته شاعرے را سرسری

آن یکے پند و نصیحت آن یکے عشق و مدیح
این یکے زهد و شریعت این یکے صوفی گری

بهترین شعرے ازین اقسام و شهنامه است
از مدیح و وصف و عشق و پند چون خوش بنگری

در مقامِ چاره سازی هیچ پس پزشکی چو بدست
در مقامِ کینه توزی چون پلنگ بربری

چون دم از تقدیر و از توحید یزدانی زند
روح را با نغمه اش سازد یکے خنیاگری۔

داستانها بسته چون زنجیر پولادین بهم
کاندر آنها لفظ، با معنی نماید همسری

باغبان وش از بر هر داستانے نو بنو
بسته از انداز خوش یکدسته گلبرگ طری

چند روح اندر یکے شاعر بمیراث اوفتاد
فیلسوفی، بادشاهی، گربزی، کندآوری

زین طبائع مختلف سر زد صفات مختلف
وان صفتها شعر شد وآن شعرها شد دفتری

شعر شاعر نغمه آرا و روح شاعر است
کی توان این نغمه را بنهفت با افسونگری

فی المثل گو شاعرے مهتر نباشد در منش
هرگز از اشعار او ناید نشان مهتری

ور نباشد شاعرے اندر منش والا گهر
نشنوی از شعرهایش بوے والا گوهری

هر کلامے باز گوید فطرت گوینده را
شعر زاهد زهد گوید شعر کافر کافری

ترجمانِ مخبر والائے فردوسی بود
هرچه در شهنامه است آثار والا مخبری

گفته پیغمبر که دارند اهل فردوس برین
بر زبان لفظ دری۔ جائے زبانِ بادری

نی عجب گر نام زن فردوس فردوسی بود — کو بود بی‌شبهه رب النوع گفتار دری
عیب بر شهنامه و گوینده‌اش هرگز نکرد — جز کسی کش نیست عقل از وصمت نقصان بری
گر نه با افسار تازیشان بپیچانند پوز — از بر بستان دانش پشک ریزند از خری
کس بدیشان ننگرد گرچه زن و فرزندشان — لاجرم خصم بزرگانند و خصمی مفتری
هر کسی مشهور شد این قوم بدخواه وی شد — زانکه بوم شوم باشد دشمن کبک دری
این ددان با سعدی و حافظ همیدون دشمن اند — گرچه در معبود خلق اند آن بتان آذری

مدح فردوسی شنیدم از شعاع الملک و گشت — طبع من از خواندن شعرش بدین گفتن جری
شد زمانی اندر شعر گفت از سال و ماه اوستاد — لیک این تاریخ نیک آید چو نیکو بنگری
سیصد و سی یا بسالی کمتر از آن دور بنهاد — هم به شصت و پنج کرد آغاز داستان گستری
در اوایل چار صد شد سپری شهنامه‌اش — پانزده سال دگر شد عمر شاعر سپری
بر دو سی و پنج سال اندر کتاب خویش رنج — ماند باقی چنان گنجی بدین پهناوری
زر گرفت ناورد و ز دنیا کار فرمایان بدند — بست آن چون سکه بر دل نقش زر جعفری
جود محمودی در آغاز جهانگیری بود — چون فزون شد گنج را ذی نفت آمد مسری
زنده شد ایران ازین شهنامه گرچه شاعرش — خون دل خورد و ندید از بخت لاغر بری

تا به عهد پهلوی شاهنشه والاگهر
شد هزاره او دوران بگشت جهان انگشتری

افکار اخلاقی و فلسفی

از بر این کرهٔ پست حقیر　　زیر این قبهٔ مینای بلند
نیست خورسند کس از خرد و کبیر　　من جدا بوده و باشم خورسند

شده ام در همه اشیا باریک　　رفته تا سرحد اسرار وجود
چیست هستی؟ اشعه‌ای بس تاریک　　و اندر آن نقطهٔ شکی مشهود

بجز آن نقطهٔ نورانی شک　　نیست در این افق تیره فروغ ۲
عشق بستم بحقایق یک یک　　راست گویم؟ همه وهم است و دروغ

غیر و همسایه نباید بخشم　　غم و شادی، خوش و ناخوش، بد و خوب
بکند کوکبهٔ صبح دگر　　در بر هم جلوه به تشییع غروب

فکر عصیان زده مستاصل　　تو گرداب یکی روح عظیم
چون یکی کشتی بشکسته دگل　　پیش امواج حوادث تسلیم

خلق را کرده طبیعت ازل　　بد و قانون طبیعت ازلی
سر تأثیر وراثت اول　　بعد تأثیر تعلم ثانی

روح من گر ز نیاگان من است　　عجب پس من بدبخت که ام؟
وگر این روح و خرد زان من است　　بستهٔ بند وراثت چه ام؟

یک نیا عابد و عارف مشرب　　یک نیا لشکری و دیوانی
پدرم شاعر و من نیز به نسب　　شاعر و لشکری و روحانی

جد من تاجر و زین روی پدر　　در من آهنگ تجارت فرمود
اثر تربیتش گشت هدر　　لیک بر رنج من آسیب فزود

من نه زاهد، نه محاسب، نه ظریف　　من نه تاجر، نه سپاهی، نه ندیم
همه با حریف و، نه حریف　　همه کاره علیم و، نه علیم

سخت چون سنگ سپهر غماز　　هر دم بر جگرم افکنده خدنگ
گوئی از بهر نشان تیر انداز　　بدنے لاغر من نشانیده بسنگ

گل بیشرس

بماه سفندار یک سال رشید　　نتابید بر یاسمین سپید
نشسته هنوز از ستم دست دے　　ز ابرو برافشاند خورشید خوے

گرو شد گلوگاه باد شمال — هوای دژم را نگوشت حال
بشد زنگ سیمرغ زرین کلاه — بزد تیر در چشم اسفند ماه
گداز پدید برف و بتابید شید — بجوشید سبزه بجنبید بید
دو دوده ز آن پیش کاید بهار — فریبنده خورشید شد گرم کار
بیستان خورشید زرین سپهر — بهاری پدیدار شد خوب چهر
بزد برگ تر سر از شاخ خشک — پر از مشک شد زلف بید مشک
دو سه روز شب گشت و شب روز شد — گل پیش رس گلشن افروز شد
بگاه بهار و تمه یوسمن — گل یاسمین زیور انجمن
بیک ماه زان پیش کایام دست — برآمد ز مغز و بدل شد ز پوست
بخندید بر چهره خورشید روز — بشب خفت پیش مه دلفروز
گمان برد مشکین که خورشید ماه — برآورد مهر و ز بیگاه و گاه
ندانست کان نیک نه هنگام اوست — که بر جای می زهر در جام اوست

بناگه طبیعت برآمد ز خواب — فرو خفت خورشید بر شد سحاب
بغرید باد از بر کوهسار — بیفشاند نار و خم شد چنار
زبانه خزان طبعی آغاز کرد — طبیعت بسردی سخن ساز کرد
بیفشاند برف و بفسرد جوی — سیه زاغ در باغ شد بذله گوی
سراسر بفسرد و پژمرد باغ — همان پیش رس گوهر شب چراغ
شکرخند نازش بکنج لبان — بفسرد و دشنامش اندر زبان

چنین است پاداش زود آمدن — با امید باطل فرود آمدن

من آن پیش رس غنچه تازه ام — که هر جا رسیده است آوازه ام
من آن نرگس برگ جان خورده ام — بغفلت فریب جهان خورده ام
سبک زاد و صد سال بیهوده ام — به بیگانه رخساره بنموده ام
بخون گرمی روز بشکفته ام — ز دم سردی شب بخون خفته ام
ز بی آبی عرق پژمرده ام — ز سرمای عادات افسرده ام
نبوده در ایام یک روز شاد
نخندیده در باغ یک بامداد

فردوسی

سخن بزرگ شود چون درست باشد و راست
کس از بزرگ شد از گفته بزرگ رواست
چه جد و چه هزل او در آید بآزمایش کج
بر آن سخن که نه پیوست با معانی است
شنیده ای که بیک بیت گفته است بهشت
شنیده ای که ز یک شعر گفته است نجاست
سخن گر از دل دانا نخاست زیبا نیست

کزان قوافی مطبوع و لفظها زیباست
کمال هر شعر اندر کمال شاعر اوست
گر سخن دانا انگارهٔ دل داناست
چو هر دو گفته ز نی قولهای اوست ولی
چو مرد والا شد گفته‌های او والاست
سخن ز همت گفتار شاعری که سخی است
گدائی همت شعر شاعری که گداست
کلام هر قوم آئینهٔ سیر از وست
گر فریب کبر است یا شکار ریاست
نشان سیرت شاعر ز شعر شاعر جوی
که فصل گلبن از فصل آب و خاک و هواست
درست شعری فرع درستی طبع است
بلند رتبتی فرع بلندی بالاست
بود نشانهٔ خبث و خطیئه گفتهٔ او
چنانکه گفتهٔ حسان دلیل صدق و صفاست
کمال شیخ معزی ز فکر اوست پدید
شهامت متنبی ز شعر او پیداست
نشان خوی دقیقی و خوی فردوسی است
تفاوتی که به شهنامه‌ها ببینی راست

بے تفاوت شہنامہ ہا بمعنی و لفظ
درست و راست بہ ہنجار خوے آں و گواست

جلال و رفعت و گفتار ہاے شاہانہ
نشان ہمت فردوسیِ سخن آراست

عتاب ہاے غیورانہ و شجاعت ہا
دلیل مردیِ گوینده است و فخرا و راست

محاورات حکیمانہ و درایت ہاش
گواہ شاعر در عقل و راے حکمت زاست

صریح گو بہ گفتار ہاے او کایں مرد
بہ ہمت از امرا و بہ حکمت از حکماست

کجا تواند یک تن دو گونہ کردن فکر
جز آں کہ گوئی دو روح در تنے تنہاست

بصد نشاں ہنر اندیشہ کردہ فردوسی
نعوذ باللہ پیغمبر است اگر نہ خداست

درون صفحۂ بازی یکے نمایش گر
اگر دو گونہ نمایش دہد یسے والاست

یکے بہ پہنۂ شہنامہ بیں کہ فردوسی
بصد لباس مخالف ببازی آمدہ راست

امیر کشورگیر است و گرد لشکرکش
وزیر روشن رای است و شاعر یکتاست

مکالمات ملوک و محاورات رجال
همه قریحهٔ فردوسی است بی کم و کاست

برون پرده جهانی ز حکمت است و هنر
درون پرده یکی شاعری ستیزه دلاراست

به تخت ملک فریدون به پیش صف رستم
باحتشام سکندر به مکرمت داراست

بگاه پوزش خاک و بگاه کوشش آب،
بوقت هیبت آتش بوقت لطف هواست

بوقت رای زدن به ز صد هزار وزیر
که هر وزیر را رای صد هزار دهاست

به بزم سازی مانند باده نوش ندیم
به پارسائی چون مرد مستجاب دعاست

بگاه خوف مراقب بگاه کین بیدار
گه ثبات چو کوه و گه عطا دریاست

بحسب حال کجا بشمرد حکایت خویش
حدیث‌های صریحش تهی ز روی و ریاست

بزرگوارا، فردوسیا! بجای تو من،

یک از هزار نیاز است گفت از آنچه رواست
ترا ثنا کنم و بس، گرم زین دو عمل مردم
همی ثنا کنم یک تن که مستحق ثناست
تو را کنیم ثنا تا که زنده ایم به دهر
که شاهنشاهات ای شهره مرد محتاجست

جلال الممالک شاهزاده ایرج میرزا

قلب مادر

داد معشوقه به عاشق پیغام
که کند مادر تو با من جنگ
هر کجا بیندم از دور کند
چهره پرچین و جبین پر آژنگ
با نگاه غضب آلود زند
بر دل نازک من تیر خدنگ
از در خانه مرا طرد کند
همچو سنگ از دهن قلماسنگ
مادر سنگدلت تا زنده است
شهد در کام من و تست شرنگ
نشوم یکدل و یکرنگ ترا
تا نسازی دل او از خون رنگ
گر تو خواهی بوصالم برسی
باید این ساعت بی خوف و درنگ
روی و سینه تنگش بدری
دل برون آری از آن سینه تنگ
گرم و خونین بمنش باز آری
تا برد ز آینه قلبم زنگ